

ابن تیمیہ کا فقہی مقام اور استنباط احکام کے اصول؛ ایک تجزیاتی مطالعہ

An analytical study of Ibn-e-Taymiyyah's jurisprudential position and principles of elicitation rules.

*Muhammad Fazal Haq Turābī

In Islamic jurisprudence, there are different degrees of inference and reasoning. He is also a mujtahid who, while respecting the principle of a particular religion, differs from his religion only in its branches and does not go against the principles of that particular religion. There is also a mujtahid who has jurisdiction over both the principles and the rules. Such a mujtahid is not a follower of any of the jurisprudential religions. Taqi-ud-Din Ahmad ibn Taymiyyah remarkable, recognized, and medieval Sunni Theologian, jurisconsult, logician, and great reformer today, he is known by the title of Sheikh-ul-Islam. In some sciences and arts, he had Ijtihadi abilities and practitioners. He did not spare a single minute in expressing his critical ability and competence according to his instincts in principles and disciplines. Ibn Taymiyyah's critical ability and competence were manifested in the form of differences in the scientific world of the Islamic world. Due to this, Ibn Taymiyyah faced severe criticism from the academic circles all his life. In this article, it will be reviewed that Ibn Taymiyyah's jurisprudential and doctrinal differences came to light based on ijtiḥad, principles and his jurisprudential position and status and method of derivation and reasoning of the issues.

Keywords: Ibn Taymiyyah, jurisprudential differences, inference rules, consensus of the ummah, ijtiḥad.

تعارف:

اسلامی فقہ میں استنباط اور استدلال کرنے والے اصحاب علم و فضل کے متفاوت درجات ہیں۔ وہ بھی مجتہد ہے جو معین مذہب کے اصول کا احترام کرتے ہوئے صرف فروعات میں اپنے مذہب سے اختلاف کرتا ہے اور اس معین مذہب کے اصولوں کے خلاف نہیں کرتا ہے۔ ایک ایسا مجتہد بھی ہوتا ہے جو اصول و فروع دونوں میں اپنے اختیار کا دائرہ کار رکھتا ہے۔ ایسا مجتہد فقہی مذہب میں سے کسی بھی مذہب کا پیروکار نہیں ہوتا۔ آسان لفظوں میں اس کا ایک اپنا ہی مذہب پروان چڑھ رہا ہوتا ہے۔ ایسے مجتہد کو مجتہد مطلق کہتے ہیں جو مجتہد اصول اور فروع میں سے کسی میں اپنی فکر کا زاویہ داخل نہیں کرتا بلکہ علت حکم کے استخراج سے فروع پر تخریج کرتا ہے جو مذہب معین کے قواعد و ضوابط پر مبنی ہوتی ہیں اور انہیں قواعد کی بنا پر فتویٰ دیتا اور مسائل کی تخریج کرتا ہے۔ ایسی صلاحیت کا حامل شخص مجتہد فی المذہب کہلاتا ہے۔ یہ مجتہد ایک خاص فقہی مذہب کے دائرہ میں رہتے ہوئے علت مستخرجہ کی بناء پر اور دیگر فروعی مسائل کی تخریج کی بناء پر فتویٰ دیتا ہے۔ مقالہ مذہب میں امام ابن تیمیہ کے اصول فقہ کی روشنی میں ان کے فقہی مقام کا ایک تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔

* Ph.D Research Scholar, Dept. of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.

مجتہدین کی اقسام

مجتہدین کی مندرجہ ذیل پانچ اقسام ہیں:

1- مجتہد مستقل یا مطلق:

یہ وہ مجتہد ہوتا ہے جو کسی خاص مذہب کا پابند نہیں ہوتا ہے۔ ہمتا۔ ط اور استدلال کے اصولوں میں دوسرے آئمہ مذاہب سے مختلف ہوتا ہے۔ یعنی وہ اپنے مذہب کا بانی اور مبنی ہوتا ہے۔

2- مجتہد منتسب:

وہ مجتہد جو اصول اور فروع میں امتیاز کرتا ہو اور اپنے دلائل و براہین کی روشنی میں حکم بھی لگاتا ہو۔ لیکن آئمہ فقہ میں سے کسی امام کے منہج، طریقہ استدلال اور طریق ہمتا۔ ط کی پیروی کرتا ہو۔ اصول و ضوابط کی پیروی میں زیر سایہ شفقت کا نتیجہ ہو یا ذاتی مطالعہ اور تحقیق کی وجہ سے اصولوں کی پابندی پر مجبور ہو۔ درحقیقت اس کی دعوت اپنے امام ہی کی طرح ہے۔ کیونکہ اپنی تحقیقی کاوشوں میں اُس نے اپنے امام کو صواب کے زیادہ قریب اور اولیٰ پایا ہے۔ مالکیہ میں ابن وہب، ابن قاسم اور ابن عبدالحکم، شوافع میں مزنی اور احناف میں زفر بن ہذیل، ابو یوسف، اور حنبلہ اس صلاحیت و قابلیت کے حامل تھے۔ اپنے امام سے آراء میں فروعی اختلاف کرتے ہیں مگر مذہب سے خارج نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ ایسی فکری کاوش اس مذہب کی نشوونما اور ارفاق عالم پر وسعت کی دلیل بن جاتی ہے۔ ایسی فکری آراء کو مذہب میں "وجہ" کا نام دیا جاتا ہے۔

3- مجتہد مقید:

یہ وہ مجتہد ہوتا ہے جو کسی خاص مذہب کو ثابت کرتا ہے۔ اصول و فروع میں اس خاص مذہب کا پابند ہوتا ہے۔ احکام و حوادث سے سابقہ پڑ جانے کی صورت میں امام کی رائے نہ ہو تو تلاش، جستجو، استدلال اور استنباط میں اپنے آپ کو کھپا دیتا ہے۔ اسکی اصولی پیروی تقلیدی ہوتی ہے۔ کتاب و سنت، اجماع اور اجتہاد کے طریقہ کار سے واقف ہونے کے باوجود علم حدیث کی کمی اور معارضہ استدلال سے تہی دامن ہونے کی بناء پر ملکہ اجتہاد میں خام ہوتا ہے۔ صرف اُن مسائل میں اجتہاد کو حرکت دیتا ہے جن کے بارے میں اس کے امام کی آراء اور فتویٰ موجود نہ ہو۔ مجتہد منتسب اصول میں اختیار کرتا ہے۔ مصادر شریعت کے کامل علم کے ساتھ آزادانہ فتویٰ کا مجاز ہوتا ہے۔ جب نص نہ پائی جائے تو مجتہد مقید اصول میں مقلد، مصادر شریعت میں خام اور بوقت ضرورت فتویٰ کا مجاز ہے۔

4- مجتہد فقہیہ:

یہ مجتہد اولہ مذہب سے پورا واقف، مذہب امام سے آشنائی میں تام، تائید و نصرت میں دلائل کے قیام اور قلم بندی میں طاق ہوتا ہے۔ البتہ فقہ کے اصول و مصادر سے مکمل طور پر واقف نہیں ہوتا ہے۔ یہ شخص ابتلاء، عدم نص اور اعلیٰ شخصیت کے نہ ہونے کے وقت فتویٰ کا مجاز ہوتا ہے۔

5- مفتی مذہب:

مفتی مذہب کا کم از کم معیار یہ ہے کہ اپنے مذہب کا حافظ اور مشکلات مسائل حل کر سکتا ہو مگر مذہب کی بنیادوں اور دلائل کو بیان کرنے سے قاصر رہ جائے۔ نصوص نہ مل سکنے کی صورت میں مناسب حال چیز مل جائے تو وہ فکر و اجتہاد سے کام لے بغیر فتویٰ دے دیتا ہو

۔ ایسا فقہیہ النفس ہو کہ اپنے مذہب کی فقہیات میں ملکہ راسخہ کا حامل ہو۔ مراتب اجتہاد میں مذہب حنبلی کے مطابق یہی لوگ فتویٰ دینے کی صلاحیت اور قابلیت رکھتے ہیں۔ ابن صلاح لکھتے ہیں:

"لاتجوز الفتویٰ بغیر هؤلاء الاصناف الخمسة" ¹

مجتہدین کے مراتب کی یہ مذکورہ تقسیم ابن تیمیہ کے بیان کے مطابق ہے۔ اب تشنہ طلب سوال یہ ہے کہ مراتب عالیہ میں سے ابن تیمیہ مجتہدین کے کسی مرتبے اور مقام پر فائز ہیں۔ یہ ثابت ہے کہ اصول و ضوابط، حدیث میں درک، مصادر شریعت کی مہارت تامہ اور اجتہاد کی مجملہ شرائط آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود ہیں، جن کا اعتراف حلیف و حریف بھی کرتے ہیں۔

"أئمة عصره شهدوا بان ادوات الاجتهاد اجتمعت فيه"، واجتمعت فيه شروط الاجتهاد على وجهها" ²

اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ ابن تیمیہ مجتہدین کے آخری تین مراتب یعنی مجتہد مقید، مجتہد فقہیہ اور مفتی مذہب سے بہت زیادہ اعلیٰ اور فائق ہیں۔ جس پر فقہی افکار و اختیارات، مسالک سے استدلال کی واقفیت تامہ، قرآن و سنت کا علم، علوم سلف اور جامعیت علوم و فنون شاہد عادل ہیں۔ یہ سب خصائص آپ کو آخری مراتب سے اٹھا کر پہلے دو مرتبوں میں جگہ دینے کیلئے کافی ہیں۔ اور یہ جگہ اصولی علماء اور فضلاء کی ہے۔ ابن تیمیہ اپنی فقہی آراء اور اصول و ضوابط کے مطابق مجتہدین کے پہلے دو درجوں میں جگہ پانے کے قابل ہیں کہ آپ کو مجتہد مطلق یا مجتہد منتسب میں سے کوئی ایک مقام حاصل ہونا چاہیے۔ اس قابلیت اور صلاحیت نے آپ کو اپنے اختیارات میں متفرد بنا دیا ہے۔

ابن تیمیہ کی ذات عجب رنگوں والی شخصیت ہے۔ پوری زندگی آپ مبالغہ اور غلو سے انحراف و احتیاط کی تعلیم و تربیت کرتے رہے مگر آپ کے بعد آپ کی شخصیت سے متاثر لوگوں نے آپ کے بارے میں بھی غلو اور مبالغہ کی راہ اختیار کرنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی اور یوں ان مبالغہ اور غلو کرنے والوں نے آپ کی شخصیت کی تعلیم و تربیت کو پس پشت ڈال دیا۔

یہی فقہی قابلیت اور صلاحیت جس نے آپ کو درجہ اجتہاد پر فائز کیا اور اجتہادیت اور فقاہت کا درجہ حاصل ہونے کی وجہ سے آپ کا متفرد ہونا قرین قیاس اور ایک ضروری امر تھا کہ آپ اپنی تحقیقات، تدقیقات اور فقاہت و اجتہادیت کی روشنی میں دوسرے مجتہدین سے اختلاف کی راہ اختیار کر سکتے تھے۔ آپ کی اس فقاہت اور اجتہادیت کے بارے میں غلو کرتے ہوئے آپ کو مجتہد مطلق قرار دے دیا گیا۔ جس کا آسان سامطلب یہ ہے کہ آپ کسی مذہب سے کوئی انتساب نہیں رکھتے تھے۔ اصول و ضوابط اور فروعات میں اپنے ایک مستقل مسلک کے حامل تھے۔ یہ بلا دلیل دعویٰ افراط سے معمور ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی ثقاہت کیلئے ضرر رساں بن سکتا ہے اور دوسرے مذہب کیلئے سوء ادبی کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔ نواب محمد صدیق حسن خان قنوجی آپ کے تعارف میں رقمطراز ہیں:

"شيخ الاسلام امام الائمة المجتهد المطلق" ³

ایک دوسرے مقام پر آپ لکھتے ہیں:

¹ Al-Musawwidah fi Usul al-fiqh, Ibn e Teimiyyah, Tahqiq: Muhy al-Din 'Abd al-Hamid (Qahirah: Matba' Al-Madnī, S.N), 549.

² Sayyed Safi al-Din Al-Hanfi, Al-Qawl al-Jali fi Tarjamh Taqi al-Din Ibn e Teimiyyah (Damanhurat: Dar Linah, S.N), 9.

³ Nawab Muhammad Siddiq Hassan Al-Qanūji, Al-Taj al-mukallil min Jawahir ma'athir al-taraz al-akhir (Qatar: Wazarat al-awqaf, Edition 1st, 2007 A.D), 413.

"امامین ہمامین شیخ الاسلام حضرت احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ حرانی وحافظ محمد بن ابی بکر ابن القیم باوجود بلوغ رتبہ اجتہاد مطلق نزد عامہ منتسب بسوئے امام احمد اند"۔⁴

ابن تیمیہؒ کے بارے میں مجتہد مطلق کا دعویٰ خام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اکثر آراء وافکار میں مذہب حنبلی سے وابستہ نظر آتے ہیں اور کھلے لفظوں میں اس کا اظہار کر چکے ہیں کہ یہ مذہب تمام مذاہب میں بہتر اور اقرب الی السنۃ ہے۔ اختلاف اقوال میں امام احمد کا مذہب رائج ہے۔ منفرد ہونے کی صورت میں ایسا قول بھی مل جائے گا جس میں دوسرے آئمہ موافق ہونگے۔ ابن تیمیہ احمد بن عبد الحلیمؒ (728ھ) لکھتے ہیں:

"وان كان له بصر بالادلة الشرعية عرف الراجح في الشرع"⁵

ابن تیمیہؒ نے اپنے مذہب کی بنیاد امام احمد کے اصولوں پر رکھی ہے۔ جس کی وہ مخالفت کے درپے بھی نہیں ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے مجتہد مطلق یا مستقل مجتہد کا دعویٰ خام ہے۔ آپ کو مذہب حنبلی کا فقیہ بھی نہیں گردانا جاسکتا ہے۔ کیونکہ حفظ احادیث، تقابلی مطالعہ، اصول فقہ کے دقائق کا علم، استقلالی شان، مجتہدانہ بصیرت اور شرائط اجتہاد کا اجتماع اس بات کی نفی کرتا ہے۔ افراط و تفریط سے بچ کر رائے قائم کی جائے اور غلو سے کام نہ لیا جائے تو اس صورت حال میں آپ کے لئے مجتہد منتسب کا دعویٰ بلا تامل کیا جاسکتا ہے۔ محمد ابو زہرہ لکھتے ہیں:

"القول المعتدل الذي لامغالة فيه ولاشطط ولابخس ولاركس انه مجتهد منتسب"⁶

آپ میں مطلق یا منتسب کی خصوصیات پائی جاتی ہیں مگر آپ کا دور تو اجتہاد کے دور کے بعد کا ہے اور اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخصیت کو پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی تو ایسا دعویٰ کیا گیا ہے جیسے ابن الحمام جو علوم عقلیہ اور نقلیہ کے ماہر تھے۔⁷ اور جس کو رد بھی کیا گیا ہے کہ وہ فقیہ النفس بھی نہ تھے۔⁸ آپ کے فتاویٰ اور اختیارات اس دلیل کیلئے کافی ہیں کہ آپ مجتہد منتسب تھے۔ حنبلی مذہب سے موافقت بر بنائے تقلید نہیں ہے بر بنائے تحقیق ہے۔ موافقت بر بنائے تحقیق اور اختیارات میں منفرد ہونا بر بنائے نقاہت اور اجتہاد ہے۔ ابن تیمیہؒ تو صاحب صلاحیت کیلئے شدت سے تقلید کی مخالفت کے درپے تھے۔ ابن تیمیہ کی آراء اور افکار کو حنبلی مذہب کی ذیلی فروع میں اس لئے شمار نہیں کیا گیا ہے کیونکہ مذہب حنبلی کو مدون ہوئے پانچ صدیاں بیت چکی تھیں دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگ آپ کو تفرد کا الزام دیتے تھے لیکن آپ برابر ثابت کرتے رہے کہ یہ مسائل آئمہ اربعہ کے اصلی استدلال پر مبنی ہیں اور انہیں کی نوع سے ہیں مگر شدید مخالفت کی وجہ سے حنابلہ کیلئے یہ جسارت کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ دوسری طرف قید و بند کی صعوبت کی وجہ سے آزادانہ اور خود مختارانہ آپ اشاعت نہ کر سکے۔

⁴ Abu Al-Tayyib Muhammad 'Atā'ullah Bhūjiyānī, Hayāt Sheikh al-Islām Ibn e Teimiyyah (Lahore: Maktabah Salfiyah 1971 A.D.), 663.

⁵ Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Majmū' Fatāwā Sheikh al-Islām Ibne Teimiyyah (Beirut: Dār al-kutub al- 'Ilmiyyah, 1403 A.H), 2:199.

⁶ Abu Zuhrah Muhammad bin Ahmad, Hayātuho wa 'Asruho 'ārā'ho wa fiqhuho (Al-Qāhirah: Dār al-fik al-'arbī, 1991 A.D.), 375.

⁷ Muhammad 'Abd al-Hayy bin 'Abd al-Halīm Sihālvi Hindī, Tarb al-amāsīl 'Alā Hāmish al-fawā'id al-bahiyah (Karachi: Qadīmī Kutub Khānah, S.N), 180.

⁸ Abu Al-Tayyib Muhammad 'Atā'ullah Bhūjiyānī, Hayāt Sheikh al-Islām Ibn e Teimiyyah, 665.

ابن تیمیہ کا فقہی منہج:

جب ابن تیمیہ کے فقہی تفردات کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جاتا ہے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ اپنے تفردات اور اختیارات میں کوئی الگ راہ اور ڈگر پر ہرگز نہیں چلے ہیں۔ بلکہ آپ نے اپنے تفردات اور اختیارات میں متفقہ اصول و قواعد سے کماحقہ استفادہ کر کے اپنی انفرادی رائے میں ممتاز ہوئے ہیں۔ بالفاظ دیگر آپ کے یہ تفردات قواعد و اصول کے مجموعہ کا نتیجہ اور ثمرہ ہیں۔ جن پر آپ اعتماد کرتے ہوئے اپنی آراء اور اختیارات کے نتائج کو سامنے لائے ہیں۔ بادی النظر یہی شے تحقیق و تدقیق کی ایک نرمی اور انوکھی شان ہے۔ اور علمی عظمت و وقار کی علامت ہے۔ ابن تیمیہ کے تفردات و اختیارات میں جب تدبر و تعمق سے کام لیا جاتا ہے تو یہ بات حد و ضوح تک واضح اور آشکار ہو جاتی ہے کہ آپ کی فقہ اور تفردات کی دیواریں انہی اصول کی بنیادوں پر استوار اور مستحکم ہیں۔ اصول و قواعد کی دونوں ہمارے پیش نظر ہیں:

1. ایک نوع کی طرز تو ایسی ہے، جس میں باقی علمائے اہل سنت و جماعت شارک اور مشترک ہیں۔ اور اصول و استدلال میں جن پر سبھی کا اتفاق و اتحاد ہے۔

2. دوسری نوع قواعد و ضوابط ہیں۔ جنکی وجہ سے ابن تیمیہ فقہ اور تفردات میں اپنا رنگ جمانے میں کمال و جمال دکھا گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے جس شخص کو پہلے اطلاع نہیں ہوتی ہے وہ شخص ابن تیمیہ کی فقہ کا معترف اور دلدادہ ہو جاتا ہے اور یہ ایسے امور ہیں جن کا مرجع قدرت موہبت ہے۔ اور دلائل و قواعد کو بروئے کار لانے کی صلاحیت و قابلیت ہے۔ جنکی وجہ سے آپ کی فقہ اور تفردات ممتاز اور امتیاز پا جاتے ہیں۔

اصل استدلال اور ابن تیمیہ:

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ابن تیمیہ نے استدلالی اصول و ضوابط میں کسی قسم کی بدعت و جدت کا ارتکاب نہیں کیا ہے اور نہ ہی آپ نے ان اصول و ضوابط کی روشنی میں حدود کو پھلانگتے ہوئے سبقت کی ہے۔ جس پر خواہ مخواہ کا شور و غوغا کیا جائے۔ بلکہ آپ نے اہل سلف اور اہل سنت و جماعت کے مصدري اور استدلالی اصول و ضوابط کی پابندی کرنے میں سلف صالحین کی روش پر چلنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا ہے۔ جس کا نتیجہ اور ثمرہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ کے تفردات فقہی میں ایسا قول جو شاذ ہو، ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا۔ جس میں آپ نے مسلمانوں کے اجماعی مسئلہ سے خلاف کیا ہو۔ حالانکہ سبھی میں مشہور و معروف ہے کہ آپ نے تقلید اور التزام مذہب سے تجرد کیئے ہوئے تھے۔ یہ ایک ایسا امر ہے جس سے شذوذ اور اغراب کا ظن و تخمین کیا جاسکتا ہے۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کوئی درجہء اجتہادیت پر فائز المرآم نہ ہو۔

تعظیم و تقدیم ص:

ابن تیمیہ کے تفردات کی امتیازی شان و شوکت یہ ہے کہ آپ کتاب و سنت کی نصوص کو ہر قسم کی رائے اور فکرِ ثاقب پر ترجیح اور تقدیم دیتے ہیں اور یوں آپ کتاب و سنت کی نصوص کی تعظیم و تکریم میں ایک گونہ سبقت لیجاتے ہیں۔ ابن تیمیہ کی فقہ اور اختیارات کے متبعین کی نظر کبھی دھوکہ نہ کھائے کہ آپ اپنے تفردات کی وجہ سے شاید آراء و قیاسات اور مذاہب کو کتاب و سنت پر مقدم کرتے ہو، ننگے، حاشا للہ ہرگز نہیں بلکہ آپ ان کی تقدیم و تعظیم کو اپنے استدلال کیلئے اصل اصول اور اصل اول بالاول قرار دینے اور بروئے کار

لانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے ہیں۔ آپ کے نزدیک جس نے اپنے کلام و تحقیق کی بنیاد اصول و فروع میں کتاب و سنت پر استوار کی ہے اور سابقین کے آثار ماثورہ کو اپنایا ہے۔ وہی شخص طریق نبوت محمدی ﷺ پر چلتے ہوئے مراد و مرام تک پہنچا ہے۔

"فمن بنى الكلام فى العلم الاصول والفروع على الكتاب والسنة والآثار الماثورة عن السابقين فقد اصاب طريق النبوة"⁹

ابن تیمیہ اس اصول میں اس قدر محتاط اور متشدد ہیں کہ آپ حذر و تحذیر کی صورت میں ان مقلدین جلد کی بدعی روش پر معترض ہیں۔ جو لوگ محض اپنے قیاسات اور آراء کے ذریعے سے نصوص پر اعتراضات کے درپے ہوتے ہیں۔ بحث کا میدان وہ میدان ہے جس میں سنت وارد نہیں ہے اور کسی فقیہ کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ محض اپنی رائے اور قیاس کے ذریعے سے کتاب و سنت کی نصوص کی تردید کا ارادہ کرے۔ ابن تیمیہ (728ھ) کہتے ہیں:

"ولا يجوز ان يعتمد الى شىء مضى به السنة فيرده بالرائ والقياس"¹⁰

قرآن و سنت کی نصوص کی تعظیم و تقدیم میں آپ حد درجہ تک حریص ہیں۔ یہاں تک کہ اصحاب رسول ﷺ کے اقوال جو وحی جلی اور خفی سے محکم ہوں وہ بھی کتاب و سنت کے تابع ہیں۔ حالانکہ اصحاب رسول ﷺ امت میں سے بہترین امت اور علم و فضل اور دین کے لحاظ اور مرتبہ سے فقہاء اعلیٰ اور افضل جماعت ہیں۔ کسی شخص کے لئے روا نہیں ہے کہ وہ اپنے کلام کی طرف کھلے عام دعوت دے اور اعتقاد رکھے کہ اس کا کلام قول صحابی ہے بلکہ جلالت و عظمت اس راستے کو ہے جس کا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول معظم حضرت محمد ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔ دعوت و عزیمت کے داعی اور مبلغ کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی دعوت میں اس راستے کو مقدم رکھے جس کو اس نے قرآن سے استدلال اور استنباط کیا ہے۔ پھر اس کے بعد اپنی دعوت کے لئے رسول ﷺ کو اپنا امام اور پیشوا بنائے جو اماموں کے بھی سب سے بڑے امام اور پیشواؤں کے بھی سب سے بڑے پیشوا ہیں۔ اسی سبیل کلام میں ابن تیمیہ کا کلام ہے:

"و ينبغى للداعى ان يقدم فيما استدلو به القرآن --- ثم يجعل امام الأئمة رسول ﷺ"¹¹

ابن تیمیہ گاہیہ اصول اور ضابطہ قرآنی تعلیمات کے بالکل عین مطابق ہے کہ تمام معاملات اور حالات و واقعات میں اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول معظم حضرت محمد ﷺ کے فرامین کو تقدم کا حق اور درجہ حاصل ہے۔ انحراف میں شک و شبہ، خسران اور تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ اور اس اصول کی بالادستی تسلیم اور قبول کرنے میں فوز مبین اور دنیا و آخرت کی کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہونا ہے۔ ابن تیمیہ اس اصل اصيل اور رکن رکین کی بجائے زور الفاظ میں تاکید اور تلقین کرتے ہوئے گزرتے چلے جاتے ہیں کہ کسی کے لئے جائز و درست نہیں ہے کہ وہ نزاعی اور اختلافی مسائل میں کسی کے قول کے ساتھ حجت قائم کرے۔ فروعی اور نزاعی مسائل میں صرف دو چیزیں نص اور اجماع حجت و دلیل کی حیثیت کاملہ اور عاملہ رکھتی ہیں۔ اور ایسی دلیل جو نص و اجماع سے مستنبط ہو وہ حجت ہے جبکہ اس کے مبادی مقدمات شرعی دلائل سے مضبوط اور مستحکم ہونے میں اپنی مثال آپ ہوں۔ شرعی دلائل اور ادلہ کے ساتھ جو مقدمات

⁹ Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Majmū' Fatāwā Sheikh al-Islām Ibne Teimiyyah, 10:363.

¹⁰ Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Al-Qawā'id al-nūrāniyah al-fiqhiyyah (Lahore: Idārah Tarjumān al-sunnah Edition 2nd, 1984 A.D), 93.

¹¹ Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Majmū' Fatāwā Sheikh al-Islām Ibne Teimiyyah, 9:20.

مستحکم ہیں ان کے لئے علماء کے اقوال بطور حوالہ پیش کیئے جاسکتے ہیں۔ اولہ شرعیہ پر علماء کے اقوال سے احتجاج اور حجت جائز اور درست نہ ہو گا۔ اگر کوئی شخص مذہب معین پر پلا بڑھا اور اسی مذہب کا عادی ہو گیا اور اس کا اعتقاد رکھتا ہے۔ اولہ شرعیہ کی تحقیق نہیں کرتا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ سنت رسول ﷺ اور اجماعی مسائل جن پر ایمان واجب ہے، کے درمیان اور بعض علماء کے اقوال کے درمیان تفریق نہ کرے۔ جب اس پر اقامت جہت معتد اور متعسر ہو جائے۔ اور جو شخص اس شخص اور اس شخص کے درمیان فرق نہیں کر سکتا ہے اس کے لئے مستحسن نہیں ہے کہ وہ علماء کے کلام کے ساتھ علمی معاملات میں اپنے ناقص کلام کے ساتھ دخل اندازی کے درپے ہو جائے کیونکہ وہ دیگر علماء کے اقوال کا محض ناقل ہے۔ درحقیقت یہ لوگ فقہات فی الدین کی دولت سرمدی سے مالا مال ہی نہیں ہیں بلکہ یہ لوگ تو بعض علماء کے کلام اور مذہب کے ناقل ہیں۔ فقہات، اولہ شرعیہ کے فہم کامل کا نام ہے اور یہ اولہ شرعیہ کتاب و سنت اور اجماع سے از روئے نص اور استنباط ثبوتی مسموع ہوتی ہیں۔

"وهؤلاء ليسوا في الحقيقة فقهاء في الدين.. والفقه لا يكون الا بفهم الادلة الشرعية

بادلتها السمعية الثبوتية من الكتاب والسنة والاجماع نصا واستنباطا"¹²

ابن تیمیہ رقم طراز ہیں:

"ومن كان لا يفرق بين هذا وهذا لم يحسن ان يتكلم في العلم بكلام العلماء"¹³

ابن تیمیہ کی تصنیفات و تالیفات اور رسائل و مسائل کا ایک طائرانہ جائزہ بھی لیا جائے تو یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی کہ آپ نے منجملہ مطالب اور مقاصد دینی میں کتاب و سنت کی نصوص کے اشتمال کے بیان میں پوری سبقت پر ہیں۔ دینی مطالب کا کوئی ایسا گوشہ اور کونہ آپ نہ پائیں گے جو نصوص کے اشتمال سے تشنہ طلبی کا شکار ہو گیا ہو۔ البتہ دوسرے متفقہ علماء کے کلام اور بیان میں یہ کمی واضح طور پر نظر آجائے گی کہ ان علماء نے وحی جلی اور خفی کے اشتمال سے کما حقہ نہ فائدہ اٹھایا اور نہ ہی تامل کے اسپ تازی کو دوڑایا ہے۔ جس کا آپ کو گلہ اور شکوہ ہے کہ انسان نے اپنی طاقت اور بساط کے مطابق نصوص کے اتباع میں انصاف سے کام نہیں لیا ہے۔ اور اس کی ساری اجتہادی کوشش اور محنت اشباہ اور نظائر کی تلاش اور جستجو میں کھو کر رہ گئی ہے۔ جس کا مقصد وحید صرف یہی تھا کہ اپنی خود ساختہ رائے کی معرفت اس کے لئے آسان اور ممکن ہو جائے۔

"فمقي قدر الانسان على اتباع النصوص لم يعدل عنها والا اجتهد رآيه لمعرفة الاشباة

والنظائر"¹⁴

مذکورہ مفہوم اور مطلوب کی عقدہ کشائی کے لئے قاری کے لئے ضروری ہے کہ وہ ابن تیمیہ کی فقہ اور آپ کے جلیل القدر اور عظیم المرتبت فتاویٰ جات کا مطالعہ حرز جاں بنائے۔ جن میں آپ اکثر در اکثر کتاب و سنت سے استشہاد پیش کرنے میں اپنی مثال آپ ثابت ہوتے ہیں۔ کتاب و سنت کی یہ نصوص اپنی دلالت میں ایسی صراحت رکھتی ہیں کہ انسانی عقل و فہم ابن تیمیہ کی فقہ پر انگشت بدنداں رہ جاتی ہے۔ ان فتاویٰ جات اور تصنیفات و تالیفات کا مطالعہ آپ پر یہ بھی ظاہر و باہر کر دے گا کہ آپ صرف ایک موضوع اور ایک

¹² Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Al-Istiḳāmah (Sa'ūdiyyah: Idārah al-thaqāfah wa al-nashr, S.N), 1:61.

¹³ Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Majmū' Fatāwā Sheikh al-Islām Ibne Teimiyyah, 26:202.

¹⁴ Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Al-Istiḳāmah (Sa'ūdiyyah: Idārah al-thaqāfah wa al-nashr, S.N), 2:217.

عنوان کے ماہر نہیں ہیں۔ بلکہ آپ جس مسئلہ کی تحقیق اور توضیح کے درپے ہوتے ہیں، اس میں آپ ایک سمندر بے کراں ثابت ہونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے ہیں۔

آیت قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ کو خوبصورت استنباط کے ساتھ وارد کرتے ہیں اور دلالت کی وجوہات پر تنبیہ اور خبر دیتے جاتے ہیں۔ استدلال کے ماخذ پر بخوبی حوالہ دیتے ہیں۔ جس کی فقہاء کے ہاں قلت ہے۔ استدلال کے وقت آیات قرآنیہ کے استحضار میں جو آپ کو تفوق اور فضیلت حاصل تھی اس کی گواہی ذہبی جیسا نقاد دیتا ہے کہ مسئلہ اقامت دلیل کے وقت قرآن سے استحضار آیات میں ابن تیمیہؒ کو ایک عظیم قوت حاصل تھی جس کو عجائب و غرائب میں سے گردانا جانا بعید از قیاس نہیں ہے۔

"وله في استحضار الآيات من القرآن وقت اقامته الدليل بها على المسئلة قوة عجيبة"¹⁵

سنت نبوی ﷺ کی معرفت میں بھی آپ مہارت تامہ اور کاملہ کی وصف سے متصف تھے۔ حتیٰ کہ اس بات کو صداقت پر مبنی سمجھا جاتا تھا کہ اگر کہا جائے کہ جس حدیث کی معرفت ابن تیمیہؒ کو نہیں ہے وہ حدیث ہی نہیں ہے۔

"كل حديث لا يعرفه ابن تيميه فليس بحديث"¹⁶

ابن تیمیہؒ قرآن و حدیث سے استشہاد اور شواہد اپنے دلائل میں کثرت وارد کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مجالس مذاکرہ و مناظرہ سے یہ بات ثبوت کے درجہ تک جا پہنچتی ہے کہ آپ مد مقابل اور مخالف فریق کے دلائل کو قرآنی استشہادات اور شواہدات کے ذریعے سے تار عنکبوت کی طرح بے جان مردہ اور کمزور ثابت کرنے میں طاق تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ وفود دلائل و براہین کی وجہ سے آپ بحث کے کئی دوسرے پہلوؤں میں اپنی قابلیت اور صلاحیت کا ایسے انداز میں مظاہرہ کرتے جیسا کہ یہی بحث یہی لائق بحث و تحقیص ہے۔ جس کی وجہ صرف یہی ہوتی تھی کہ کتاب و سنت کی نصوص موجود و مذکور ہونے کے باوجود اپنی آراء اور افکار کو مقام بحث میں پیش کرنا "کار خرد مند ادا نیست"۔

اجماع ثابت پر عمل:

ابن تیمیہؒ کی فتنہ شاہد عادل ہے کہ آپ اجماع کو عزت و عظمت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس کو اصل ثانی کے طور پر عمل میں لانے میں کوئی پس و پیش کرتے نہیں دکھائی دیتے ہیں۔ اس اجماع کے اقتضا کے مطابق عمل آپ کے ہاں اس وقت پایہ ثبوت تک پہنچتا ہے جب وہ اجماع آپ کے ہاں ثابت و ثبوت ہو جائے۔ آپ اس اجماع کے قائل اور معترف ہیں کہ اجماع حق ہے اور امت محمدیہ ﷺ کا ضلالت پر جمع ہو جانا ناممکن اور محال ہے۔

"ان الاجماع حق ، فانها - ای الامة - لا تجتمع على ضلالتة"¹⁷

ابن تیمیہؒ اس بارے میں مؤکد ہیں کہ اجماع کے دعویٰ سے بالضرورت وجود اجماع مراد نہیں ہوتا ہے۔ وہ اجماع کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں:

¹⁵ Ibn e 'Abd al-Hādī Muhammad bin Ahmad, Al-'Aqūd al-durriyyah fi zikr ba'dh Manāqib Sheikh al-Islām ibn e Teimiyyah (Jaddah: Majm' al-fiqh al-islāmī, S.N), 36.

¹⁶ Ibn e 'Abd al-Hādī Muhammad bin Ahmad, Al-'Aqūd al-durriyyah fi zikr ba'dh Manāqib Sheikh al-Islām ibn e Teimiyyah, 35.

¹⁷ Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Majmū' Fatāwā Sheikh al-Islām Ibne Teimiyyah, 19:192.

- 1- **اجماع قطعی:** وہ اجماع جو نص پر منعقد اور ثابت ہوتا ہے اور یہ ناممکن اور محال ہوتا ہے کہ وہ اجماع قطعی کسی وقت بھی نص کا مخالف آئے۔ یعنی وہ ہمیشہ نص کی موافقت ہی کرتا ہے۔
 - 2- **اجماع ظنی:** وہ اجماع جس کا وہم اور خیال گزراں گزرتا ہے اور وہ اس طرح ہوتا نہیں ہے۔ مخالف کے ساتھ عدم علم کے باب سے ہونے کی وجہ سے غلبہ پالیتا ہے۔ عدم علم عدم کے ذریعے سے کوئی علم نہیں ہے۔ قصہ کوتاہ یہ ہے کہ اجماع ظنی سے نصوص کو رد کرنا صلاحیت و حجت نہیں رکھتا ہے۔
- ابن تیمیہؒ اجماع قطعی کی حاکمیت اور حکمیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب اجماع امت احکام میں سے کسی حکم کے بارے میں ثابت ہو جائے تو کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اجماع امت سے نکل کر اپنی نئی راہ اختیار کرے۔ امت مگر ابی پر مجتمع نہیں ہو سکتی ہے۔ لیکن بہت سارے مسائل کے بارے میں لوگوں کا گمان ہے کہ یہ مسائل اجماع امت سے ثابت ہیں۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یعنی اجماع قطعی تو حجت ہے مگر اجماع ظنی سے حجت قائم کرنا درست نہیں۔

"ولكن كثير من المسائل يظن بعض الناس فيها اجماعا ولا يكون الامر كذلك" ¹⁸

ابن تیمیہؒ اجماع ظنی کی وضاحت میں اس طرف اشارہ کر کے بھی آپ حقیقت حال کو واضح کر دیتے ہیں کہ جس چیز میں غالب خلاف پایا جائے تو یہ چیز اجماع کے حجت ہونے کو راجع اور راجع نہیں کرتی ہے۔ آپ اصحاب رسول ﷺ کے بعد اجماع کی امکانیت کے اثبات کی طرف گئے ہیں۔ جس سے مراد یہ ہے کہ ان نفوس قدسیہ کے بعد بھی اجماع امت کا امکان باقی ہے اور ثابت ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک احکام شرعیہ کے طرق میں سے ایک چوتھا طریق اجماع ہے۔ جو عامہ مسلمین کے درمیان متفق علیہ ہے۔ لیکن اس میں معلوم وہی اجماع ہے۔ جس پر اصحاب رسول ﷺ گئے ہیں۔ ان نفوس قدسیہ کے بعد کا اجماع اس بارے میں غالباً علم معتد رہا ہوتا ہے۔

"لكن المعلوم منه هو كان عليه الصحابة ، واما ما بعد ذلك فتعذر العلم به غالبا" ¹⁹

اس بحث سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ ابن تیمیہؒ اپنے تفردات میں احکام شرعیہ کے اصول و ضوابط پر عمل کرنے میں کسی قسم کی کوئی کمی اور کوتاہی نہیں چھوڑتے ہیں۔ حتیٰ کہ احکام کے استدلال و استنباط، تفردات و اختیارات کے طریق اور منہج میں دوسرے فقہاء کی طرح اجماع کو ایک قابل قدر عظمت و اہمیت دینے کے درپے ہوتے ہیں۔ اور اجماع کی حجت پر زور دلائل قائم کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل پیرا بھی ہیں۔ ہاں جس اجماع کی قطعیہ پر ظن و تخمین کے گہرے بادل چھا گئے ہیں۔ اس کی حجت میں توقف اختیار کرنے میں آپ حق بجانب ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ہر اجماع کو قطعی مانا جائے تو صحابہ کے بعد کے اجماعات میں اہل علم کا اختلاف نہ ہوتا اور اجماع سکوتی بھی اسی اجماع کی ایک خاموش شکل ہے۔ اس بحث سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ابن تیمیہؒ احکام شرعیہ کے دلائل کی عظمت اعتراف اور عمل میں پوری دیانت کا ثبوت دیتے ہیں۔

قیاس صحیح پر عمل:

ابن تیمیہؒ کے تفردات کے حوالے سے بالخصوص اور آپ کی فقہ کے بارے میں بالعموم یہ تصور پھیلا دیا گیا ہے، کہ آپ نصوص کے ظاہر پر جاتے ہیں اور قیاس صحیح یا مطلقاً قیاس سے آپ کا دور کا بھی واسطہ اور رابطہ نہیں ہے۔ اس لیے بعض لوگ آپ کو اہل ظواہر میں سے

¹⁸ Suleimān bin Turkī, Ikhtiyārāt Sheikh al-Islām Ibne Teimiyyah (RiyāĀ: Dāe kanuz al-shabīliyyā, 2009 A.D), 1:23.

¹⁹ Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Majmū' Fatāwā Sheikh al-Islām Ibne Teimiyyah, 11:341.

مراد ظاہری اور ابن حزم کی راہ پر چلنے والا مسافر قرار دیتے ہیں۔ اپنے قول کی تقویت میں ابو زہرہ مصری کے بیانات کو حوالہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جو بیانات سیاق و سباق سے ہٹ کر پیش کیے جانے میں اپنی مثال آپ ہیں۔ یہ کہ ابن تیمیہؒ نے اسی دعوت کا آغاز کیا جسے ابن حزم اپنے دور میں شروع کر چکا تھا اور ابو زہرہ مصری کا اپنا بیان ہے کہ ابن تیمیہ نے ابن حزم کی تصانیف و تالیفات کا مطالعہ کیا ہے۔ بنا بر این وہ تصانیف کے مطالعہ کے واسطے سے اس کے شاگرد ٹھہرے۔ "ابن تیمیہ عن استاذہ ابن حزم الذی تلقی دروسہ عن طریق کتبہ"²⁰

اس جملہ معترضہ کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ ابن تیمیہ کی دعوت میں زور اس جیسا تھا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تھا اور طریق و منہج میں بھی قدرے یکسانیت کا پایا جانا بعید از قیاس نہیں ہے۔ باوجود یہ کہ ابن تیمیہؒ پر ظاہریت ہر گز غالب نہ تھی۔ اور نہ ہی آپ اہل ظواہر میں سے گردانے جانے کے مستحق ہیں، اس کی دلیل اور حجت یہ ہے کہ آپ قیاس صحیح کو استدلالی اصولوں میں سے ایک اصول گردانے ہیں اور اس پر عمل پیرا بھی ہیں۔ جن پر آپ کے تفردات اور فقہ کا ذخیرہ شہادت کے لیے کافی ہے۔

ابن تیمیہؒ کے نزدیک قیاس سے احکام میں اس وقت استفادہ کیا جاتا ہے جب نص موجود نہ ہو۔ جس کا مفہوم مخالف بالکل واضح ہے کہ وجود نص کی صورت میں قیاس کی احتیاج کی ضرورت ہی نہیں رہتی ہے۔ عدل و انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ جب اصل ثابت اس قیاس صحیح پر شریعت کی دلیل قائم ہو جائے گی تو اس پر عمل کرنا درست قرار پائے گا۔

ابن تیمیہؒ قیاس صحیح کے بارے میں وضاحت کرتے ہیں کہ یہ وہ قیاس ہوتا ہے جس کے ساتھ شریعت وارد ہوتی ہے۔ یعنی قیاس اور شریعت میں موافقت اور مطابقت کا پہلو موجود اور مذکور ہوتا ہے۔ اور وہ قیاس دو متماثل اشیاء میں جمع ہو جاتا ہے اور دو مختلف چیزوں میں ایک واضح فرق کا سبب بن جاتا ہے۔ اس قیاس صحیح جس پر شریعت وارد ہوتی ہے وہ عدل کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور عدل وہی ہے جس کو اللہ جل جلالہ نے اپنے رسول معظم حضرت محمد ﷺ کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ اس قیاس صحیح کے مؤکد ہیں۔ قیاس صحیح مثلاً ایک علت کا نام ہے۔ جس کے ساتھ ایک حکم معلق ہوتا ہے۔ جو اصل میں فرع کے اندر بھی موجود ہوتا ہے۔ فرع کے اندر غیر معارض ہو کر حکم سے منع نہیں کرتا۔ ایسے قیاس کا شریعت میں کبھی بھی خلاف نہیں ہوتا ہے۔ اس طرح ایک قیاس بالغاء الفارق ہوتا ہے اور وہ ایسا ہوتا ہے کہ شریعت میں دو صورتوں کے درمیان میں کوئی فرق نہیں ہوتا ہے۔ اس قیاس میں شریعت اس کے خلاف میں نہیں ہوتی ہے۔ ابن تیمیہؒ کو قیاس صحیح کی حجت اور اس کے ساتھ استدلال تسلیم ہے۔ آپ اس کے استعمال میں طریق اوسط پر گامزن ہوتے ہیں اور مبالغہ کے طریق سے آپ نے تفرّد اختیار کرنے میں توقف نہیں کیا ہے۔ ہاں نصوص کے مقابلہ میں آپ نے کبھی کبھی طریق اوسط کو استعمال کیا ہے۔ اہل رائے و عقدہ اور قیاس صحیح کی حجت کے منکرین جیسے اہل ظاہر کے درمیان آپ نے حد اوسط کو ہی ترجیح دی ہے۔ جس سے آپ کی انفرادی اور فقہی عظمت میں نکھار آگیا اور آپ کی فقہت بن سنور کر کھل کر واضح ہو گئی ہے کہ جو اہل کلام و حدیث اور اہل قیاس بالکل اس کا انکار کرتے ہیں۔ حق یہ بات ہے اعتمد الیت ہی حق ہے۔

"ومن اهل الكلام و اهل الحديث و اهل القياس من ينكره راساً و هي مسئلة كبيرة و الحق فيها متوسط بين الاسراف و النقص"²¹

²⁰ Abu Zuhrah Muhammad bin Ahmad, Hayātuho wa 'Asruho 'ārā'ho wa fiqhuho, 209.

²¹ Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Majmū' Fatāwā Sheikh al-Islām Ibne Teimiyyah, 11:341.

فقہ صحابہ کرام اور اخذِ رشد و ہدایت:

ابن تیمیہؒ نے اصل رابع یعنی فقہ اصحاب رسول ﷺ کو بھی اپنے تفردات اور اختیارات میں ایک اعلیٰ درجہ اور مقام و مرتبہ دیا ہے۔ آپ نے اصحاب رسول ﷺ کے اقوال اور ان کی فقہی وجوہات و وجوہ پر پوری پوری توجہ مرکوز رکھی ہے۔ آپ اپنے فقہی تفردات میں اصحاب کرام سے منقول اقوال سے تائید لاتے ہیں اور اپنی تحقیق کی موانست میں ان سے استنباط پکڑتے ہیں بشرطیکہ وہ اقوال ماثورہ ہوں، اور اگرچہ جمہور آئمہ متبوعین کے قول کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ جس کی وجہ صرف اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اصحاب علم اور دین کے لحاظ سے اس امت کے افضل ترین نفوس قدسیہ ہیں۔ جن کے شب و روز اس وقت گزرے جب قرآنی آیات کا نزول جاری تھا۔ نبی معصوم ﷺ کی صحبت سے ان لوگوں نے حظ وافر پایا ہے۔ اللہ جل جلالہ کے کلام کے عموم میں غور و فکر کرنا چاہیے اور رسول معظم حضرت محمد ﷺ کے کلام کا لفظی اور معنوی اعتبار سے حق ادا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہیے اور آثار صحابہ سے استدلال میں حسن پیدا کرنا چاہیے کیونکہ یہی لوگ آپ ﷺ کے مقاصد کے زیادہ عالم اور عارف ہیں۔

"آثار الصحابة الذين هم اعلم لمقاصده"، "المعاني الصحيحة الثابتة كان الصحابة اعرف الناس بها"

22"

ابن تیمیہؒ کے نزدیک شرعی حجت کے طور پر آثار صحابہ معتبر ہیں۔ جب کوئی نص اور کسی دوسرے صحابی کا قول مخالف نہ آجائے۔ اقوال و آثار جو اکناف عالم میں پھیل اور شائع ہو گئے ہیں۔ ان کے زمانے میں کوئی ان کا منکر نہیں رہا ہے بلکہ وہ جمہور علماء کے نزدیک حجت تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کے بعد قول صحابی حجت ہے۔ جب تک اس کے مخالف کسی دوسرے صحابی کا قول نہ آجائے۔ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ ان اقوال سے حجت قائم کی جاسکتی ہے۔

"واما اقوال الصحابة فان انتشرت ولم تنكر في زمانهم فهي حجة عند جماهير العلماء" 23

ابن تیمیہؒ اس بارے میں پر زور الفاظ میں تاکید کرتے ہیں کہ اقوال صحابہ کے بارے میں یہ موقف اور نظریہ کثرتِ خبر، معلومات اور ان کی اجتہادی کوششوں کے تتبع پر مبنی ہے۔ جس سے ان کے علم و فضل اور ان کی فقہات کا فضل و مرتبہ اس شخص کے علم اور فقہات پر ظاہر ہو جاتا ہے جو ان کے بعد آیا ہے۔ آپ کے نزدیک مشکلات اور معضلات میں صواب اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ ہے۔ اگرچہ آئمہ اربعہ کے اقوال خلاف میں ہوں۔ جن مسائل میں آئمہ کی موافقت پائی جاتی ہے اس بارے میں بھی بطریق اولیٰ یہ موقف اور نظریہ اختیار کرنا چاہیے کہ صواب انہی کے ساتھ تھا۔ اس بابت آپ نے نہایت تدبر و تعمق کیا اور آپ پر یہی بات روشن اور ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ امت میں سے سب سے زیادہ فقہت کی دولت سے مالا مال اور امت کے سب سے بڑے عالم تھے۔ ایمان، نذر اور عتق و طلاق کے مسائل اور تفردات میں اس چیز کے اعتبار کا بخوبی مظاہرہ کیا گیا ہے۔ شرائط کے ساتھ معلق طلاق کے مسائل میں آپ نے ظاہر و باہر کر دیا ہے کہ ان میں صحابہ سے منقول جو ہے وہی قضا اور قیاس کی اعتباریت کے پیش نظر اقوال میں زیادہ صحت کا حامل ہے۔ اور اسی پر کتاب و سنت کی دلالت ہے اور اس پر حلی قیاس کی صراحت کے ساتھ دلالت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہر قول کی حالت یہ ہے کہ وہ قیاس میں تناقض کا شکار ہے اور نصوص کا مخالف ہے۔ جس کی مثالیں بکثرت مسائل میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اللہ جل جلا

22 Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Dar' Ta'aruĀ al'aql wa al-naql (RiyāĀ: Dāe kanuz al-shabīliyyā, 1991 A.D.), 8:53.

23 Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Majmū' Fatāwā Sheikh al-Islām Ibne Teimiyyah, 20:14.

لہ کی مشیت دیکھیے کہ ابن تیمیہؒ کے بقول مسائل میں آپ اجداد اقوال وہی اقوال پاتے ہیں جو اصحاب رسول ﷺ سے منقول ہیں۔ ابن تیمیہؒ کے نزدیک اصحاب کے ہر متفقہ قول میں قیاس کا تعلق چولی دامن کا تعلق رکھتا ہے۔ یعنی قیاس اس قول کے ساتھ موافقت رکھتا ہے۔ ابن تیمیہ (728ھ) لکھتے ہیں:

"والی ساعی هذه ما علمت قولاً قاله الصحابة ولم يختلغوا فيه الا وكان القياس معه" ²⁴

قواعد در استدلال و ترجیح:

اس نوع ثانی میں یہ ظاہر ہے کہ ابن تیمیہؒ نے اصول اور ادلہ میں نہ کوئی اضافہ فرمایا ہے اور نہ ہی متعینہ اور مقررہ اصول و ادلہ میں سبقت کرتے ہوئے کسی جدت و بدعت کا ارتکاب کیا ہے۔ آپ اصول و ادلہ کے تبع اور معترف و عامل ہیں۔ جن پر جمہور علماء امت کا اتفاق و اتحاد ہے۔ ابن تیمیہؒ کی فقہ و تفردات میں تاہل اور غور و فکر کرنے والا اس راز کو باسانی پالیتا ہے کہ آپ کے من جملہ مسائل انہی قواعد کی طرف راجع ہیں اور انہیں دلائل کے ساتھ ہیں جن پر امت کا اتفاق و اتحاد ہے۔

وہ قواعد جو اکثر علماء کے نزدیک مسلمات میں سے گردانے جاسکتے ہیں اور جن کے درمیان ان علماء کو ہرگز تنازع نہیں ہے، ان کی شان و عظمت اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب نظر و ترجیح کے وقت ان قواعد اور ان کے استحضار کو تطابق اور موافقت کی صورت میں بروئے کار لایا جاتا ہے۔ یہی امتیاز اور طرہ امتیاز ابن تیمیہؒ کی فقہ اور ان کے تفردات و اختیارات کو دوسروں کی فقہت سے ممتاز کر دیتا اور اس کو ایک نمایاں مقام عطا کر دیتا ہے۔ آپ کی فقہی شان اور امتیازی فقہت کا اشارہ مجموعہ قواعد سے کیا جاسکتا ہے۔ آپ من جملہ مسائل خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا ان کا تعلق معاملات اور مناکحات سے ہو آپ تمام مسائل میں مجموعہ قواعد کے استحضار سے نظر و ترجیح میں بطریق احسن ایک اعلیٰ مہارت سے درپے ہوتے ہیں۔ اور یہی امتیازی شان اور حالت مسائل کے من جملہ گوشوں اور پہلوؤں کو محیط رہتی ہے۔ اور تمام اصول و ادلہ کے مطابق صواب کی راہ پاجاتی ہے۔

ادلہ شرعیہ کا جمع کرنا:

ابن تیمیہؒ کی فقہی خصوصیت یہ ہے جو بطور قاعدہ اولیٰ معتبر ہے کہ آپ ادلہ شرعیہ کے جمع کرنے میں ایک امتیازی شان کے مالک ہیں۔ اس نظریہ سے کوئی مفرد اور مقرر نہیں ہے کہ ادلہ کے درمیان ترجیح تو ہوتی ہی اس وقت ہے جب ادلہ کا جمع کرنا ممکن نہ ہو اور مشکل ہو جاتا ہے۔ مگر ادلہ شرعیہ میں ظاہری تعارض کا وجود پایا جاتا ہے تو فقہاء سرعت سے کام لیتے ہوئے ان اقوال کو اختیار کر لیتے ہیں جو بعض دوسرے اقوال کے موافق اور مطابق ہوتے ہیں اور دوسرے متقاضی دلائل کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اب اس فقیہ کا دور آگیا ہے جو ان دلائل کو جمع کرنے میں اور ان سب پر عمل کرنے میں ایک مقام پر متمکن اور فائز ہے۔ ابن تیمیہؒ ادلہ شرعیہ پر پوری پوری توجہ مرکوز رکھتے ہوئے ترجیح کے وقت دوسرے گوشوں اور پہلوؤں سے مطلقاً کنی نہیں کرتے۔ کتاب و سنت، شرعی دلائل اور اپنے حفظ عجیب سے اس کی ترجیح میں پوری معاونت کے درپے رہتے ہیں۔ اور ان قواعد کا استحضار جیسا کہ آپ کے پاس ہوتا ہے، دوسروں کے پاس اس کا اقل قلیل ہوتا ہے۔ مثلاً آپ نے سنن کے تنوع پر ادلہ کو جمع کیا ہے جو متعدد وجوہات پر وارد ہوئی ہیں۔ جن میں سب پر عمل کرنا افضل ہے اور اس بابت آپ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام "رسالة في العبادات التي جاءت على وجوه متعددة" ہے۔

²⁴ Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Majmū' Fatāwā Sheikh al-Islām Ibne Teimiyyah, 20:14.

دلائل کو جمع کرنے کی ایک دوسری مثال یہ ہے کہ بعض کو آپ نے مشروعیت پر محمول کیا ہے اور بعض کو آپ نے استصحاب پر محمول کیا ہے۔ جس کا احیاناً ترک ہو سکتا ہے۔ جیسے صلوٰۃ ضحیٰ اور قنوت و ترکامسئلہ۔ یعنی آپ دلائل میں ایسی موافقت اور مطابقت پیدا کرتے ہیں کہ ہر ایک دلیل کو اس کے محمل پر محمول کر دیتے ہیں اور تعارض رفع دفع ہو جاتا ہے اور ترجیحات کے پہلو اپنی اہمیت کی اعتباریت کے ساتھ واضح اور روشن ہو جاتے ہیں۔ دلائل کے جمع میں آپ ہر ایک دلیل کو ایک وجہ یا حال پر حمل کرتے ہیں جس کی وجہ سے دوسری دلیل کے ہوتے ہوئے بھی تعارض نہیں آتا ہے۔ جیسا کہ جمع بعدیہ کی سنت کا مسئلہ ہے۔ دور کعت والی احادیث کو اس شخص پر محمول کیا ہے، جس نے ان کو گھر پر ادا کیا ہے، اور چار رکعت والی احادیث کا محمل وہ شخص ہے جس نے ان کو مسجد میں ادا کیا ہے۔

اعمال العرف:

ابن تیمیہ کے منہج میں قاعدہ ثانیہ "اعمال عرف" ہے۔ جس کی وجہ سے ابن تیمیہ کے فقہی تفردات امتیازی حیثیت حاصل کر جاتے ہیں۔ آپ عرف اور عرف کے تحدیدی اعمال میں بکثرت رجوع کرتے ہیں۔ جب اس کی تحدید میں نصوص وارد نہ ہوئی ہوں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں آپ امتیازی حیثیت سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔ ان علماء سے جنہوں نے اپنے اجتہاد میں بعض احکام شریعہ کے لیے ایسی قیود اور اوصاف کا اضافہ کیا جن کا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعتبار نہیں کیا ہے۔ جس کی وجہ سے حکم شرعی میں ان اوصاف اور قیودات کے اعتبار میں ان کے درمیان اختلاف رونما ہو گیا۔ آپ کے نزدیک مرجع لوگوں کا عرف ہوتا ہے۔ جس چیز کو لوگ بیچ، اجارہ یا ہبہ کا نام دیں وہی بیچ، اجارہ اور ہبہ ہے۔ ان اسماء کے لیے شریعت مطہرہ میں کوئی مقرر اور متعین تعریف و حد بندی نہیں۔ ہر وہ نام جس کی لغت اور شرع میں حد (تعریف) نہیں ہے، وہ اپنی حد و تعریف میں عرف کی طرف لوٹے گا۔

"وکل اسم ليس له ، حد في اللغة والشرع فانه يرجع في حده الى العرف"²⁵

ابن تیمیہ عرف کو اپنے عمل میں بکثرت لاتے ہیں۔ جن کی اکثر امثلہ آپ کے فتاویٰ جات کی زینت ہیں۔ اس کی واضح مثال یہ کہ اسلامی فقہاء کرام نے سفر کی تحدید میں اپنے مختلف اقوال بیان کیے ہیں۔ جن پر اسلامی احکام کا دارومدار بھی ہے۔ مگر آپ نے سفر کی تحدید میں عرف کے اعمال کو دخل دیا ہے۔ آپ کے نزدیک سفر وہی سفر ہے جو لوگوں کے درمیان متعارف ہو اور جس کا وہ اعتبار کرتے ہوں مسافت کا تو آپ بالکل اعتبار نہیں کرتے ہیں۔

مقاصد شریعت کی رعایت:

ابن تیمیہ کے تفردات، اختیارات اور ترجیحات کی امتیازیت میں قاعدہ ثانیہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ جلب مصالح اور رفع مفاسد میں مقاصد شریعت کی تحقیق، تائید میں نہایت، رعایت اور لحاظ کا اعتبار کرتے ہیں۔ آپ مفاسدِ یسیرہ کو مفاسدِ کثیرہ پر ترجیح دیتے ہوئے مصالح کے حصول کے درپے رہتے ہیں۔ اسی انداز میں آپ تھوڑی سی مصلحت کے فوت ہونے کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے ہیں۔ جب ایک مصلحت کثیر کے در کے واہونے کی ایک سبیل موجود ہو۔ آپ کے نزدیک مقاصد شریعت ہی یہی ہیں کہ مصالح عامہ کی تحصیل و تکمیل ہو جائے اور مفاسد عامہ کی تعطیل اور تقلیل ہو جائے۔ جبکہ اس بارے میں ہمیں حکم یہ ہے کہ دو بھلائیوں میں سے جو زیادہ بھلائی ہو اس کا انتخاب کیا جائے اور دو برائیوں میں جس برائی کا شر نہایت کم ہو اس کو اختیار کیا جائے۔

²⁵ Suleimān bin Turkī, Ikhtiyārāt Sheikh al-Islām Ibne Teimīyah,

"ومعلوم ان الشريعة جاءت بتحصيل المصالح و تكميلها و تعطيل المفسد و تقليها" ²⁶

صاحب نظر اور صاحب بصیرت وہ فقیہ اور عالم ہے جو اپنے زمانہ کے حالات و واقعات اور لوگوں کے احوال کا سب سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے۔ وہی شخص ایسے قواعد کی تنزیل اور نفاذ پر پوری قدرت اور مہارت تامہ رکھ سکتا ہے۔ تاکہ کوئی فقیہ اس کی مخالفت پر کمر بستہ نہ ہو سکے۔ خاص طور پر ان مسائل میں جو اس پر پیش کیے جاتے ہیں۔ مقاصد شریعت کی رعایت سے وہی فقیہ عہدہ برآ ہو سکتا ہے جو خیر الخیرین اور شراشرین اور اس کے فلسفہ و جوہات سے واقف ہو۔ جس پر اس کے علاوہ کوئی قادر نہ ہو۔ اس کی مثال اتباع جنازہ کے متعلق آپ کا یہ قول ہے۔

"قوله بجواز اتباع الجنازة التي يصحبها منكر لا يستطيع المكلف تغييره" ²⁷

سد ذرائع اور اعمال:

ابن تیمیہؒ کی فقہ اور تفردات میں قاعدہ رابعہ "سد ذرائع کا اعمال" ہے۔ ابن تیمیہ تصرفات اور افعال کے حالات کو ایک فقیہ کی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ صورت فعل اور اصل اباحت کی صورت اطلاق اباحت کے قول پر آپ کیلئے دافع نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ آپ کی نظر حال کے ساتھ ساتھ مال پر مرکوز رہتی ہے۔ ابن تیمیہ کے ہاں سد ذرائع کے بارے میں کلام کی وسعت اتنی وسیع ہے کہ اس کو انضباط میں لانا قریب ہی نہیں ہے۔ اس لئے آپ اس اصل میں صرف متفق علیہ، منصوص علیہ یا صدر اول سے ماثورہ کے ذکر پر ہی انحصار کرتے ہیں۔ اس اصل کے استعمال کی مثالوں میں سے آپ کا یہ قول ہے کہ قبور کے پاس خواہ یہ قبور اولیاء اللہ کی ہوں یا یہ قبور عام مسلمانوں کی ہوں؛ ان قبور کے پاس ذبح کرنا جس کا مقصد وحید اللہ جل جلالہ کا قرب حاصل کرنا ہی کیوں نہ ہو، تو آپ اس کی تحریم کی طرف گئے ہیں۔ اس کی وجہ اور علت صرف یہی ہے کہ آپ نے اس مسئلہ میں سد ذرائع کی اصل کو بروئے کار لاتے ہیں کہ جب لوگ قبور کے پاس جانور ذبح کریں گے تو اس سے مختلف قسم کے مفسد اور منکرات کا ایک نہ بند ہونے والا دروازہ کھل جائے گا۔ جس کے مفسد دوسرے مفسد کے لئے ایک سبیل کا کام کریں گے۔ اس لیے آپ نے سد ذرائع کے اعمال سے ذبح جو ایک ذریعہ ہے اس کو مسدود کر دیا ہے تاکہ مفسد جنم لینے میں مسدود اور محدود ہو کر رہ جائیں اور امت محمدیہ ﷺ منکرات اور مفسد کا شکار ہونے سے محفوظ اور مامون ہو جائے۔

اخذ الایسر جو گناہ نہ ہو:

"اخذ الایسر" سے مراد ہے تھوڑی سی چیز کا لے لینا جو گناہ نہ ہو۔ یہ ابن تیمیہ کے تفردات اور اختیارات کے منہج میں قاعدہ خامسہ ہے۔ ابن تیمیہ اپنے طریق فقہت اور تفردات میں دلیل کے ذریعے اخذ کرنے میں نہایت حریص واقع ہوئے ہیں۔ شریعت مطہرہ کی نصوص کے پاس آپ کا وقوف بھی حد درجہ کا قابل تحسین اور حرص سے خالی نہیں ہے۔ یعنی آپ نصوص اور اخذ دلیل کے دلدادہ اور عاشق وارفقہ ثابت ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود آپ ان معاملات اور واقعات و حالات میں تشدد و تشدید اور سخت گیری کا شکار نہیں ہوئے ہیں، جن میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے شدت و تشدید کا وجود نہیں پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں شریعت کے

²⁶ Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Minhāj al-Sunnah al-Nabwiyyah, Tajīqīq: Muhammad Rishād Sālam (Riyā'ā: Jāmi'at al-Imām Muhammad bin Sa'ūd al-Islāmiyyah, 1986 A.D) 4:536,572.

²⁷ Suleimān bin Turkī, Ikhtiyārāt Sheikh al-Islām Ibne Teimiyyah, 1:28.

تناظر میں آپ شدت اور نرمی کے قائل ہیں۔ آپ کے منہج میں یہ بات شامل اور قابل ذکر حد تک قابل ذکر ہے کہ آپ تیسرے ویر یعنی آسانی اور نرمی کے درپے رہتے ہیں جب تک کوئی شرعی مانع آمووجود نہیں ہوتا ہے۔

ابن تیمیہؒ امت محمدیہ ﷺ کے لئے سہولت اور آسانی کی راہیں تلاش کرنے میں مصروف عمل ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ سہل انگاری اور سہولت پسندی کا درس نفس پسندی اور من پسندی کے اصول پر دیتے ہیں۔ بلکہ آپ اپنی فقہیت سے اس نظریہ کے قائل ہیں کہ ہر وہ پہلو تلاش کیا جائے ادلہ شرعیہ کی روشنی میں جس کے اندر امت محمدیہ ﷺ کیلئے آسانی اور سہولت موجود ہو اور شریعت کے عین مطابق بھی ہو جائے۔ یعنی ایسی آسانی تلاش کرنا جس میں گناہ کا شائبہ تک نہ ہو جو اس قول کے موافق اور مطابق ہو۔

"الخذ بالایسر ما لم یکن اثماً" ²⁸ اس قاعدہ کلیہ کو جب امت محمدیہ ﷺ کے لئے استعمال میں لایا جاتا ہے، تو وہ صرف شرعی اصولوں کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ہی عمل میں لایا جاتا ہے حالانکہ آب بخوبی باخبر ہیں۔

"انما العلم عندنا الرخصة من ثقة واما الشدید فیحسن کل امر" ²⁹

ابن تیمیہؒ فقہ اور آپ کے تفردات میں غور و فکر اور ملاحظہ کرنے والے پر یہ بات بھی روشن اور واضح ہو جاتی ہے کہ جب تیسرے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اس وقت آپ اس شریعت کی روح اور جان کی پیروی کر رہے ہوتے ہیں۔ جس کی بنیاد اور عمارت تیسرے اور تسہیل پر استوار اور مضبوط ہے۔ جس کا مقصد انسانیت کو تشدید، تکلیف، تنگی اور حرج میں مبتلا کرنا ہرگز نہیں ہے۔ یہی قرآنی مفہوم ہے جو اللہ جل جلالہ نے انسانیت کی کدورت کو پاک و صاف کرنے کے لئے نازل فرمایا ہے۔ جس میں ہے کہ دین کے معاملہ میں تمہارے اوپر کوئی حرج اور تنگی کو روا نہیں رکھا گیا ہے۔ اللہ جل جلالہ کا ارشاد گرامی ہے۔ "وما جعل علیکم فی الدین من حرج" ³⁰

نور ہدایت قرآن کریم کی ہی روشنی میں سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کی وصیت میں بدرجہ اتم موجود اور مذکور ہے۔ جب آپ ﷺ نے معاذ اور ابی موسیٰ کو داعی الی اللہ اور شریعت کے مبلغین بنا کر بھیجا کہ تم آسانیاں پیدا کرنا اور تنگیاں پیدا نہ کرنا خوشخبریاں دینا، نفرت پیدا نہ کرنا، "یسروا ولا تعسروا بشر واولا تنفروا" ³¹۔

علاوہ ازیں سیرتِ مصطفیٰ ﷺ سے یہ پہلو بھی سامنے آجاتا ہے اور سامان ہدایت کا ایک ذخیرہ ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ دو چیزوں میں سے زیادہ آسان شے کو اختیار فرماتے تھے جس میں گناہ نہ ہوتا۔

"وما خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین امرین الا اختار ایسرا ہما ما لم یکن اثماً" ³²

ابن تیمیہؒ کے خیال میں لوگوں میں کثیر حرج بعض فقہاء کی تشدید کی وجہ سے واقع ہوا ہے۔ جن کے ہاں تغلیظ مفاسد کی جانب غالب تھی اور انہوں نے اس بابت موجب اذن اور تیسرے کی حاجت کی طرف نظر التفات تک نہ کی۔ آپ کے نزدیک معدوم کی بیع سے منع کرنا اور عقود و شروط کے لئے مخصوص الفاظ کی قیودات ایسی قیودات ہیں جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وارد نہیں ہوئی ہیں۔ یہ توفقیہاء کے ظن

²⁸ Suleimān bin Turkī, Ikhtiyārāt Sheikh al-Islām Ibne Teimiyyah , 1:29.

²⁹ Abī Umar Yūsuf ibn e 'Abd al-Barr, Jām' Bayān al-'Ilm wa fa'āluho (Riyā'ā: Dār Ibn al-Jawzī, 1994 A.D), 784, Hadith No.1467.

³⁰ Al-Hajj 22:78.

³¹ Muhammad bin Ismā'il al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Sajī Hadith No.3038.

³² Muslim bin Hajjāj al-Qusheirī, Sajī Muslim, Hadith No. 2327.

و تخمین ہیں کہ شارع کی یہی مراد ہیں۔ آپ کے نزدیک حظ کے مسائل ہیں۔ غلط مفہوم کی طرف نظر التفات دوڑانے کی بجائے موجب اذن، استحباب اور ایجاب کی ضرورت اور تسہیل پر بھی توجہ مرکوز رکھنی چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کے احکام میں اتباع کے حوالے سے جو تجاہل و وقوع پذیر ہوا ہے وہ یہی ہے کہ باب تیسیر کو مطلقاً بند کر دیا گیا ہے اور تشدید کی راہ شدت سے راہ پاگئی ہے۔

ابن تیمیہؒ سے التزام شریعت میں جو تشدید واقع ہوتی ہے۔ اس کے حوالے سے واضح اشارات ملتے ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ منجملہ علماء اور سلف صالحین کا یہ طریق کار رہا ہے کہ وہ تیسیر کے درپے رہتے ہیں تاکہ امت محمدیہ ﷺ پر شریعت پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ مجبور اور مقہور انسان کے لئے بوقت ضرورت ناجائز جائز میں بدل جاتا ہے۔ جو اس چیز کی غمازی ہے کہ شریعت ہلاکت اور تنگی میں ہرگز ڈالنے کے درپے نہ ہے۔ اس بابت غلو کی حد یہ ہے کہ بعض چیزیں ہمارے لئے شریعت میں حرام ہیں مگر ان کو حیلہ جات کے ذریعے سے اپنے حق میں حلال کئے جانے کے حیلے بہانے ڈھونڈے جاتے ہیں۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ شریعت میں آسانی پیدا کر کے عمل کی سہولت کو آسان بنایا جائے۔

"فمن المحال ان يحرم الشارع علينا امرنا نحن نحتاجون اليه ثم لا يبيحه الا بحيلة لا

فائدة فيها وانما هي من جنس اللعب"۔³³

مسائل فقہیہ میں طریق و اسلوب:

ابن تیمیہؒ اپنی فقہ اور تفردات و اختیارات میں ایک واضح منہج اور اسلوب پر گامزن رہتے ہیں۔ جس میں تعقید لفظی اور معنوی کا دور دور تک نام و نشان ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا ہے۔ وہ اپنے طریق و اسلوب میں اختصار و بیجا کی صفت سے بھی ہمہ وقت متصف رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل آپ کے اسلوب نگارش کی امتیازی خصوصیات ہیں:

1- تفردات و اختیارات میں اپنے واضح اسلوب اور منہج کی بنیاد پر وہ اس مسئلہ کی پہلے پہل ایک واضح تصویر سپرد قلم کر دیتے ہیں۔ جس میں آپ کلام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور پھر دوران تحقیق وہ محل نزاع کو بھی کبھی کبھی بیان کرتے ہوئے واضح طور پر نظر آتے ہیں۔³⁴

2- اپنی تحقیق اور بحث میں آپ سلف صالحین کے مذاہب کے بیان میں کمال مہارت کا ثبوت دیتے ہیں جو اس بات کا بین ثبوت ہوتا ہے کہ آپ سلف صالحین کے من جملہ ذخیرہ اور اقوال کے قاری ہیں۔ جس سے آپ کی وسعت نظری اور وسعت علمی کا اندازہ بآسانی کیا جاسکتا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اقوال کی نسبت ان کے قائلین کی طرف بھی کرتے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں آئمہ اربعہ سے شے منصوص ہے اس کا ذکر بڑے اہتمام سے کرتے ہیں۔ اگر ایک مسئلہ میں ان آئمہ کے بہت سارے اقوال ہیں تو تمام اقوال کو ایک قرینہ سے ایک لڑی میں پرو دیتے ہیں۔ اکثر اوقات تو آپ ان منقولہ اقوال کے وجوہ اور دلائل بھی ساتھ ذکر کیے دیتے ہیں۔³⁵

³³ Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Majmū' Fatāwā Sheikh al-Islām Ibne Teimiyyah, 29:45.

³⁴ Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Al-Sāram al-mas'ul 'Alā Shātam al-Rasūl (Multa: Nashr al-Sunnah, S.N), 8,10.

³⁵ Taqī al-Dīn Ahmad bin 'Abd al-Halīm Ibne Teimiyyah, Al-Qawā'id al-Nurāniyyat al-Fafiqhiyyah (Lahore: Idārah Tarjumān al-Sunnah, 1984 A.D), 219.

- 3- دلائل وبراہین کے ذکر میں اپنی پوری وسعت و طاقت کھپا دینے میں آپ کمال رکھتے ہیں اور ہر قول کی وجہ استدلال بیان کرنے میں بھی آپ اپنی نظیر آپ ہیں۔ اس بابت عقلی اور نقلی دلائل کا ایک سمندر موجزن کر دیتے ہیں۔ جس پر آپ کے فتاویٰ جات شاہد عادل کی حیثیت اختیار کیئے ہوئے ہیں جو آپ کے بحر علمی کا ایک منہ بولتا ثبوت مہیا کرتے ہیں۔³⁶
- 4- ابن تیمیہ جس مسئلہ میں بحث کرتے ہیں اگر فریق مخالف کی طرف سے اس کے دلائل بیان کیے گئے ہوں تو آپ ان دلائل کا بنظر انصاف جائزہ لیتے ہیں اور ان دلائل کے وزن کو تولتے ہیں اگر وہ دلائل ضعیف ثابت ہوتے ہیں تو آپ ان ضعیف دلائل اور اقوال پر مناقشہ وارد کرتے چلے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ ان دلائل کے ضعف کو دلائل کے ساتھ ہی بیان کر کے ان کے ضعف کو تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور اور ضعیف ثابت کرنے کی مہارت تامہ رکھتے ہیں۔
- 5- ابن تیمیہ اگرچہ کسی خاص مذہب کی تقلید سے کوسوں دور رہتے ہیں مگر متعارضہ اقوال میں جس کو صواب اور اقرب الی الصواب پاتے ہیں تو اس قول کی ترجیح ضرور بیان کرتے ہیں۔ اقل مقامات پر ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ معارض اقوال بیان کر کے ترجیح کے درپے نہیں ہوتے ہیں اس کی وجہ صرف یہی ہوتی ہے کہ آپ اس ترجیح کی بابت کسی دوسرے مقام پر بحث بیان کر چکے ہوتے ہیں اس لئے تطویل لا طائل سے بچتے ہوئے وقف کرتے ہیں یا اس مسئلہ میں توقف ہوتا ہے یا کسی وجہ سے ترجیح پائی پہلو واضح نہیں ہوتا ہے۔
- بعض اوقات ذکر کردہ اقوال میں سے کسی قول کو اختیار اور قبول نہیں کرتے ہیں بلکہ ان اقوال کے درمیان تطابق اور توافق کی راہ ہموار کرنے میں کامیاب و کامران نظر آتے ہیں تو آپ کا قول متعارضہ اقوال کا ایک قول ملفوف اور ملفف قول ہوتا ہے۔ جو تمام اقوال کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے۔³⁷
- عورت کے بچے ہوئے پانی سے آدمی کے وضو کی کراہت بیان کی گئی ہے اگر ضرورت و احتیاج ہے تو کراہت کے ساتھ وضو درست ہے۔ آپ نے درمیانی راہ اختیار کرتے ہوئے مطلقاً جواز کی طرف گئے ہیں۔ یعنی کراہت اور مطلقاً عدم جواز کی درمیانی صورت مطلقاً جواز کا قول مختلف اقوال کو اپنے قول میں جمع کرنے کی ایک مثال ہے۔³⁸
- ترجیحی الفاظ:**
- ابن تیمیہ مختلف اقوال میں اپنی فقہانیت اور اجتہادیت کی بنا پر ترجیح کے درپے ہوتے ہیں تو ترجیح دینے کے لئے آپ مختلف قسم کے الفاظ استعمال میں لاتے ہیں۔ جن سے مقصد و مراد ترجیح ہوتی ہے اور وہ ترجیح پر ہی دلالت کرتے ہیں۔ ابن تیمیہ کی فقہ میں غور و فکر کرنے والے کے لئے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ "الاظہر، الصواب، الراجح، ارجح القولین، الاقوی، اقوی الوجہین، الصحیح، اصح الوجہین، اصح القولین، اعدل الاقوال، الاوجہ اور السنۃ دلت علی کذا" جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔
- 6- بسا اوقات ابن تیمیہ مختلف اقوال کے درمیان تطبیق اور توافق کی راہ ہموار کرنے کے بعد ترجیحی قول کا ذکر کرتے ہیں اور آپ کی یہ روش بھی ہے کہ آپ سبب خلاف، منشاء الخلاف اور اس کا ثمرہ بھی ذکر کرنے میں اپنی مثال آپ ثابت ہوتے ہیں

³⁶ Ibn e 'Abd al-Hādī Muhammad bin Ahmad, Al-'Aqūd al-durriyyah fi zikr ba'dh Manāqib Sheikh al-Islām ibn e Teimiyyah, 116.

³⁷ Ibne Teimiyyah, Al-Qawā'id al-Nurāniyyat al-Fafiqhiyyah, 219.

³⁸ Suleimān bin Turkī, Ikhtiyārāt Sheikh al-Islām Ibne Teimiyyah, 1:32.

تو آپ کہتے ہیں کہ حکایات خلاف میں یہ زیادہ اچھا ہے۔ "فہذا احسن ما یکون فی حکایات الخلاف" اور کبھی فرماتے ہیں کہ اس مقام پر اقوال ذکر کیئے گئے ہیں تو پھر صحیح پر تنبیہ کر دیتے ہیں۔ باطل کو باطل ٹھہراتے ہیں۔ خلاف کے فائدہ اور شرہ کو بھی بیان کرنے سے نہیں چوکتے ہیں۔ تاکہ نزاع اور خلاف طوالت کا شکار نہ ہو۔ قابل قدر اور اہمیت کے قابل شے میں آپ کا اشتغال اور انہماک دیدنی ہوتا ہے۔ آپ کے نزدیک جو خلاف کی حکایت کرے اور تمام اقوال کا احاطہ نہ کرے وہ ناقص ہے۔ جبکہ صواب اس کے ترک میں موجود و مذکور ہو۔

7- ابن تیمیہؒ کے اسلوب اور طریق کی ایک نمایاں خصوصیت اور خوبی یہ ہے کہ آپ فقہی مسائل، معاملات اور مناکحات جیسے عظیم الشان مباحث میں ضرب الامثال کے بیان میں بھی اپنی پوری مہارت ظاہر کرتے ہوئے دوسرے فقہاء سے ایک گونہ سبقت لے جاتے ہیں۔ ضرب الامثال کا بیان کرنا دوسرے فقہاء کے ہاں ابن تیمیہ کے مقابلہ میں عشر عشر بھی نہیں ہے۔ ابن تیمیہ ضرورت و حاجت اور احتیاج کے وقت ایسے خوبصورت انداز اور وقار کے ساتھ ضرب الامثال کو بیان فرماتے ہیں۔ جسکی وجہ سے مفاہیم اور مطالب کے حصول میں ایک گونہ آسانی ہو جاتی ہے اور خشک طبیعت بھی تروتازگی اور شگفتگی سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔ ضرب الامثال کو بیان کرنے کا مقصد عبارت کو حسن ادب سے مالا مال کرنا ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد وحید یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے کلمات کو اصول کے ساتھ ایک مضبوط اور مستحکم ربط بنجھا جائے اور فقہی ضوابط کی وضع بھی آسان ہو جائے۔

مصادر و مراجع:

ابن تیمیہؒ اپنے طریق فقہت اور اجتہاد میں سلف صالحین کی راہ پر گامزن ہیں۔ بایں ہمہ آپ نے اپنے طریق میں عظیم الشان اور عظیم المرتبت مصادر و مراجع کی طرف رجوع کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔ کتاب و سنت اصل اصیل کی حیثیت رکھتے ہیں ان کے بعد آپ نے مجملہ مذاہب کی اصول و فروع کی مجملہ کتب کو اپنے پیش نظر رکھا ہے اور اصل مصادر و مراجع سے اخذ میں آپ تلمیذ کے شکار کبھی نہیں ہوتے ہیں۔ تقریباً آپ کی نقل بھی بمطابق اصل ثابت ہوتی ہے۔ اسلامی علوم و فنون اور عقلی و نقلی دلائل کے تمام مصادر و مراجع آپ کے پیش نظر رہے ہیں۔

قلت تعارض و تناقض اور اس کے اسباب:

ابن تیمیہؒ کے تفردات و اختیارات اور آپکی فقہ کو بغور مطالعہ کرنے والے پر یہ بات واضح اور روشن ہو جاتی ہے کہ آپ اپنی فقہت میں کامل عبور رکھنے والے فقیہ ہیں۔ بسا اوقات ایک فقیہ کی اپنی فقہت کے بل بوتے پر رائے اور فکری زاویہ تبدیل ہو تا رہتا ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ ایک محقق کو ایسے حالات و واقعات سے اکثر واسطہ اور تعلق پڑا رہتا ہے۔ فکری زاویوں کی تبدیلی تحقیق کا نتیجہ اور شرہ ہوتی ہے۔ اس لئے مسائل سے بڑے بڑے علماء اور فقہاء کا رجوع ثابت اور شائع و ذائع ہے۔ فقہت کے سمندر میں غوطہ زنی کرنے والے کو بھی معلوم ہے کہ ایک ہی مسئلہ میں آئمہ کے ایک سے زیادہ اقوال بھی صفحہ قرطاس کی زینت بن چکے آتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہی ہوتی ہے کہ جب تحقیق کے میزان کا پلڑا معین دلائل کی طرف بھاری ہوا اس قول کو اختیار کر لیا گیا، بعد میں تحقیق کا پلڑا دلائل ہی کی بنا پر دوسری طرف بھاری ہوا تو دوسرا قول بھی محقق کا تحقیق و تدقیق کی روشنی میں منظر عام پر آ جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اقوال میں تعارض اور تناقض کا پیدا ہونا ایک فطری اور بدیہی عمل معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس تناظر میں جب ابن تیمیہؒ کے منہج تفردات کا بنظر

عمیق مطالعہ کیا جاتا ہے، تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ کے ہاں تفردات میں قلتِ تعارض ہے۔ اقوال میں قلتِ تناقض ہے۔ تعارض اور تناقض کی قلت کے بہت سارے اسباب ہیں جن کا سب سے بڑا سبب تو توفیق الہی ہے کہ اللہ جل جلالہ کے قبضہ و قدرت اور اختیار میں ہے کہ جس کی تحقیق کو چاہے سلامت روی کی راہ پر گامزن کر دے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ابن تیمیہ خطا سے پاک ہیں، مطلب یہ ہے کہ زیادہ تر آپ سلامتی کی راہ پر گامزن رہتے ہیں۔

1- ابن تیمیہ کے تفردات اور اختیارات کے فقہی منہج میں اقوال کے درمیان قلتِ تناقض اور قلتِ تعارض کا ایک سبب یہ ہے کہ آپ نے اپنے طریق میں ایسے اصول و قواعد کے انضباط میں کمال مہارت دکھائی ہے۔ جن میں پہلے ہی سے تناقض نے راہ نہیں پائی تھی۔ بفرض محال اگر ان میں تناقض کی راہ پہلے سے موجود بھی تھی تو آپ نے ان اصول و قواعد کو اس انداز میں مضبوط کیا ہے، جس سے عدم تناقض اور تعارض کا عمل وجود میں آگیا ہے۔

2- آپ کے منہج اور اسلوب میں تناقض اور تعارض کے نہ پائے جانے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنی حیات کے ابتدائی سالوں میں تصنیف و تالیف میں کم شغل رکھا ہے۔ جب آپ کو طریق اجتہاد سے مقارنت اور مواسات پیدا ہو گئی اور طبیعت میں اس کا ملکہ راسخ ہو گیا تو پھر آپ اس راہ کے مسافر بنے۔ اس سے پہلے آپ سیاسی ملکی ردود اور احتساب جیسے معاملات اور اہم امور میں مشاغل رہے ہیں۔ یعنی بھٹی میں کندن بن جانے کے بعد آپ نے اپنی فقہی بصیرت کا اظہار فرمایا ہے۔

3- اس قلت کا ایک سبب اور اہم سبب یہ ہے کہ آپ نے مذہب احمد بن حنبل کے اصولوں کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا ہے۔ اس کی وجہ سے اکثر مخالف مسائل میں آپ کا حنبلیہ کے مذہب کے ساتھ توافق اور تطابق مشہور و معروف ہے۔ قطع نظر اس بات کے جب آپ اپنی ابتدائی علمی زندگی میں اس مذہب کے ایک مقلد تھے۔ بعد میں جب آپ راہ اجتہاد پر گامزن ہوئے تو ترجیح و اختیار از روئے امانت و دیانت آپ کے لئے ایک جزو لاینفک امر بن گیا۔

1- ابن تیمیہ سے بعض مسائل ایسے بھی منقول ہیں جن میں اختلاف اور تعارض ہے۔ اس کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں صحت نقل درست نہیں ہے یا ایسی کتب میں قول پایا جاتا ہے جو آپ سے منسوب ہیں۔ درحقیقت ان کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے یا قاری کے فہم کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

2- ایسا بھی ہوا ہے کہ ابن تیمیہ نے اول حیات میں ایک قول اختیار کیا اور آپ کی وہ ابتدائی رائے تھی پھر تحقیق کے نئے زاویے اور گوشے سامنے آئے تو آپ نے پہلے قول سے رجوع کر لیا۔

3- ابن تیمیہ کا قول ظاہری نظر میں تعارض کا شکار معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس قول کو متعدد احوال پر حمل کیا جائے تو پھر اس میں تطابق کی راہ سامنے آ جاتی ہے۔ اس کی ایک ممکنہ صورت یہ بھی ہے کہ جدید اور متاخر قول کو قدیم اور متقدم پر ترجیح حاصل ہے۔ کیونکہ قدیم جدید کے ذریعے سے حالت نسخ میں چلا جاتا ہے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ قول ثانی اس بات کا غماز اور مشعر ہے کہ قل اول سے رجوع کر لیا گیا ہے۔ یہ تغیر و تبدل اور ^{مختص} اجتہاد کے تغیر و تبدل کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ان اقوال میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان متعارض اقوال میں سے ایک قول تقلید کی حالت کے بالکل عین مطابق ہے۔ جب کہ دوسرا قول اجتہاد کے عین مطابق اور موافق ہے۔ اس انداز میں اجتہاد تقلید کے لئے ناسخ کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔

اس امر کی ابن تیمیہؒ نے خود تصریح اور وضاحت فرمائی ہے کہ میں نے منک میں ایک کتاب لکھی اور اس کتاب میں آپ سابقہ علماء کی روش پر تقلید کی راہ پر چلے تھے۔ "قد كنت كتبت منسكا قلدت فيه من سبقني من العلماء"³⁹

یہی وجہ ہے کہ آپ نے شرح العمدة اور المسودة جیسی پر معلومات کتب تصنیف کیں، مگر اول حیات میں ہونے کی وجہ سے آپ راہ تقلید کے ہی مسافر ٹھہرے ہوئے تھے اور ایک خاص مذہب کے مقلد اور متبع تھے۔ اس کے بعد اجتہاد کی طرف متوجہ ہوئے تو پھر آپ اجتہاد کے رتبہ پر فائز ہوتے ہوئے کسی خاص مذہب کے مقلد نہ ہوئے اور کتاب و سنت کی روشنی میں اپنی اجتہادی کوششوں سے ایک عالم کو منور و معطر کیا تو جس کا ایک بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے تفردات اور اختیارات بھی منظر عام پر آگئے جو ان تمام اقوال کے خلاف چلے گئے جو آپ کے ایک خاص مذہب کی روشنی میں مقلد کی حیثیت سے دیئے گئے تھے۔ جس پر آپ کی بعض کتابوں کے سنین و شہور شہادت کے لئے کافی ہیں۔ تفردات و اختیارات کے بارے میں ایک محتاط رائے یہ بھی قائم کی جاسکتی ہے کہ آپ کے بعض تفردات اور اختیارات کی صحت میں نظر و کلام ہے۔ یعنی ان کی صحت محل نظر ہے۔ جیسے "مسئلة الوضوء بالمعتصر من الشجر"۔ آپ کے فتاویٰ جات میں ایسا کلام بھی پایا جاتا ہے جو آپ کے ساتھ کوئی تعلق اور لگاؤ نہیں رکھتا ہے بلکہ وہ آپ کے شاگردوں کا کلام ہے۔ ابن تیمیہؒ کے تفردات و اختیارات میں منصوص کو منسوب اور مخرج علی اصولہ پر ترجیح اور تقدیم حاصل ہے۔ کیونکہ اس میں ثقاہت زیادہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کے تلامذہ آپ کے اقوال اور فتاویٰ جات کے زیادہ عالم تھے۔ اس لیے ان کی نقل کو رسائل سے نقل پر ترجیح دیا جانا بھی قرین قیاس ہے۔ اور ابن تیمیہ کے اختیارات کی اسی میں ثقاہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ یہ بات بھی اہمیت کے لائق اور فائق ہے کہ آپ کے تلامذہ کی نقل کو آپ کے پوتے تلامذہ کی نقل پر حق تقدیم حاصل ہے۔ خلاف کی صورت میں آپ کے اصول و قواعد پر مبنی چیز کو ہی تقدیم حاصل ہوگی کیونکہ قول تلمیذ اس وقت حجت ہوتا ہے جب اس کا مخالف معلوم نہ ہو۔ متعارض اختیارات کو حتی الامکان جمع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ مطلق مقید پر، عام خاص پر اور مجمل معین پر محمول کیا جائے۔ یا اختلاف احوال، اشخاص، ازمان اور اکنہ وغیرہ کی وجہ سے تعارض کو دور کیا جانا عین ممکن ہے۔ کثرت کو وحدت پر مکتوب کو مسموع پر اور صریح کو محتمل پر ترجیح حاصل ہوگی۔ مخالف مذہب کو موافق مذہب پر ترجیح ہوگی جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ مخالف مذہب قول کا قائل اجتہاد کی راہ پر گامزن ہے۔ المختصر ترجیحات کے طریق اپنی کثرت کی وجہ محصور نہیں کیئے جاسکتے ہیں یہ ایسے رموز و موز ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اجتہادات اپنی گردش میں رہتے ہیں۔ جو اسلامی علم کی شان و وقار ہیں۔

"اعلم ان طرق الترجيح لاتنحصر ، فانها تلويحات تجول فيها اجتهدات"⁴⁰

ابن تیمیہؒ اپنی فقہ اور تفردات و اختیارات کے منہج میں ایک مستقل حیثیت کے حامل عبقری شخصیت ہیں۔ اگرچہ وہ مذہب حنابلہ سے کلی طور پر جدا نہیں ہوتے ہیں اور مکمل طور پر ان کے مذہب سے اعراض نہیں کرتے ہیں۔ تاہم اپنی اجتہادی بصیرت کی بنا پر وہ اپنے تفردات اور اختیارات میں چاروں مذہب سے بھی الگ اور جدا راہ پر ہوتے ہیں۔ قطع نظر اس بات سے کہ آپ کی اتباع بعض مسائل میں حنابلہ سے اختلاف پر ہوتی ہے لیکن پھر بھی ان کو اس مذہب کا ایک ستون سمجھا جاتا ہے ابن تیمیہؒ کے تفردات اور اختیارات یہ بات

³⁹ Suleimān bin Turkī, Ikhtiyārāt Sheikh al-Islām Ibne Teimiyyah , 1:36.

⁴⁰ 'Alī bin 'Abd al-Kāfī al-Subkī, Al-abhāj fi sharah al-Minhāj Sharah 'Alā Minhāj al-wasūl Ilā 'Ilm al-Usūl lil Qā'āi Bei'Āvī (Dubai: Dār al-bahūth al-Islāmiyyah, 2004 A.D.), 7:2857.

روشن کر دیتے ہیں کہ آپ دوسرے تمام فقہی مذاہب کا بنظرِ عین مطالعہ کر کے نبی تلی اور سوچی سمجھی دلیل سے قول کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کی فقہی بصیرت کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ نے شیعوں کی فقہ کا بھی بڑا گہرا مطالعہ فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تفردات اور اختیارات میں ان کا حوالہ بھی پایا جاتا ہے۔ ابن تیمیہ اپنی تمام تر فقہی بصیرت اور اوصاف کے باوجود زیادہ لگاؤ اور موانستِ حنابلہ سے رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اس مذہب کو تمام سے افضل و اعلیٰ مانتے ہیں۔ اگرچہ کسی حد تک آپ اس مذہب کے پیروکار بھی تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو دوسرے مذاہب کی نسبت اس مذہب میں شادابی زیادہ نظر آتی ہے، کیونکہ اس میں عرفِ عوام کا خصوصیت سے اعتبار اور لحاظ رکھا جاتا ہے۔ ابن تیمیہ اپنے تفردات اور اختیارات کے منہج میں ایک واضح طریق پر ہیں اور یہ طریق دیگر اسلامی مذاہب سے لگاؤ کے ساتھ ساتھ کتاب و سنت پر واضح طور پر پابند اور کاربند ہے۔